JOURNAL OF ISLAMIC AND RELIGIOUS STUDIES

OPEN ACCESS
ISSN (Online): 2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
www.jirs.uoh.edu.pk

JIRS, Vol.:7, Issue: 1, Jan – June 2022,
DOI: 10.36476/JIRS.7:1.06.2022.12, PP: 77-97

عصرِ حاضر میں ملی وحدت اور اتحادِ اُمت کے قیام میں سیرتُ النبی ﷺ سے راہنمائی ایک تحقیقی مطالعہ

Guidelines from the Seerah of Prophet Muhammad (P.B.U.H) in establishing the Unity of Ummah in this age

Dr. Syed Muhammad Tahir Shah
Assistant Professor, Islamic Studies,
Govt. Post Graduate College, Satellite Town, Rawalpindi

Version of Record Online/Print:
20-06-2022

Accepted:
13-06-2022

Received:
31-01-2022

Abstract

Islam is a universal religion and an advocate of world-wide peace and unity among people of different backgrounds. It preaches its followers about the unity of the whole humanity. In several verses of Qur'ān and in the sayings of Prophet Muhammad (PBUH), the Muslims Ummah is directed to be united and harmonious. Prophet Muhammad (PBUH) also presented a great role model from his own life and practices (Sīrah) to establish and maintain unity among the Muslim Ummah. He (PBUH) established brotherhood among the Muhājrīn and the Anṣār and suggested it as a model practice to the whole Ummah. He (PBUH) also narrated the benefits of unity and the disadvantages of dispersal in his sayings. He suggested the effective solutions of differences of opinions and other clashes among the Muslims. This research focuses on deriving the solutions of maintaining the unity and brotherhood in resolving the clashes and differences of ideology among Muslims in the light of the teachings of Islam, especially from The Sīrah (life practice) of The Prophet Muhammad (P.B.U.H) in this age.

Keywords: *universal, peace, unity, brotherhood, seerah, clashes, differences*

CC BY

عصر حاضر میں ملی وحدت اور اتحادِ اُمت کے قیام میں سیرتُ النبی ﷺ سے راہنمائی ایک تحقیقی مطالعہ

ڈاکٹر سید محمد طاہر شاہ

اسسٹنٹ پروفیسر، علوم اسلامیہ،

گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، سیٹیلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

خلاصہ

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور دنیا بھر میں امن اور مختلف پس منظر کے لوگوں کے درمیان اتحاد کا علمبردار ہے۔ یہ اپنے پیروکاروں کو پوری انسانیت کے اتحاد کی تبلیغ کرتا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اور پیغمبر اکرم (ص) کے ارشادات میں امت مسلمہ کو متحد اور ہم آہنگ رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے امت مسلمہ کے درمیان اتحاد قائم کرنے اور اسے برقرار رکھنے کے لیے اپنی سیرت اور عمل سے ایک عظیم نمونہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا اور اسے پوری امت کے لیے نمونہ عمل قرار دیا۔ آپ (ص) نے اپنے اقوال میں اتحاد کے فائدے اور منتشر ہونے کے نقصانات بھی بیان فرمائے۔ انہوں نے مسلمانوں کے درمیان اختلاف رائے اور دیگر جھگڑوں کا موثر حل تجویز کیا۔ یہ تحقیق اسلامی تعلیمات اور سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں مسلمانوں کے درمیان نظریات کے تصادم اور اختلافات کو دور کرنے کے لیے اتحاد اور بھائی چارے کو برقرار رکھنے کے حل نکالنے پر مرکوز ہے۔

کلیدی کلمات: آفاقی، امن، اتحاد، بھائی چارہ، سیرت، تصادم، اختلافات

تعارف

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تخلیق فرما کر انہیں پیغام ہدایت پر مجتمع اور متحد ہونے کا درس دیا۔ پھر ان میں سے راہ ہدایت کو منتخب کر لینے والوں کو ایک امت قرار دے کر ان کو باہم اتحاد و وحدت کی تلقین فرمائی۔ اس وحدت کے عملی مظاہرے اور اس کی باضابطہ ترغیب وتنفیذ کے لیے اولاً تمام انبیاء علیہم السلام اور آخر میں خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنے ارشادات وفرامین اور عمل واسوہ حسنۃ جیسے ہر دو اہم ذرائع سے تمام مسلمانوں کو اتفاق واتحاد اور وحدت و یگانگت کا درس دیا جو کہ ہر زمانے میں اتحاد و یکجہتی اور اس کے ذریعے قومی وحدت و سلامتی کے حصول کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ اور مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چونکہ عصر حاضر میں اس ملی وحدت اور اتحاد امت کی ضرورت واہمیت پہلے سے کہیں زیاد محسوس ہو رہی ہے اس لیے اس سلسلہ میں سیرت النبی ﷺ کے اعلیٰ نمونہ سے راہنمائی انتہائی مفید ہو سکتی ہے۔ زیر نظر مضمون میں آپ ﷺ کے اس سے متعلقہ اختیار کیے گئے، مذکور بالا ذرائع پر تفصیلی و تحقیقی روشنی ڈالی گئی ہے۔

تحقیق کا بنیادی سوال:

عصر حاضر میں ملی وحدت اور اتحادِ اُمت کے قیام میں سیرتُ النبی ﷺ سے کیا راہنمائی ملتی ہے اور اس کے ذریعے کس طرح وحدت واتحاد قائم کیا جاسکتا ہے؟

منہج تحقیق:

اس مضمون میں بیانیہ اور تجزیاتی طریقہ تحقیق اختیار کیا گیا ہے اور روایات سیرت اور فرامین نبوی ﷺ بیان کرکے ان

کا تجزیہ کیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ استقرائی طریق تحقیق کو بھی استعمال کیا گیا ہے جس کے مطابق امن واتحاد کی روایات اور امثلہ کو بیان کرکے نتائج و قوانین اور حل تجویز کیے گئے ہیں۔

سابقہ تحقیق کی روشنی میں جائزہ:

اس موضوع پر اس سے قبل کئی دیگر پہلوؤں سے کتب ومقالات تحریر کیے جا چکے ہیں۔علامہ ابن عبد البر اندلسیؒ کی مناظرہ و مجادلہ، وحدت امت، مرتبہ خالد اشرف ،اس موضوع پر مفید مواد مہیا کرتی ہے جبکہ شاہ ولی اللہؒ کی کتاب "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" اس موضوع پر لکھی گئی ایک مفید کتاب ہے جس کا اردو میں ترجمہ "فقہی اختلافات کی اصلیت" کے عنوان سے چھپ چکا ہے جسے مولوی محمد عبید اللہ بن خوشی محمد نے تحریر کیا۔ایک کتاب "وحدت امت" مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے تحریر کی جو اس موضوع کے کئی پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔پروفیسر محمد رفیق کی کتاب نبی امن وآشتی ﷺ اس سلسلہ میں ایک عمدہ کاوش ہے۔مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی کتاب "اختلاف امت اور صراط مستقیم" اس موضوع پر لکھی جانے والی ایک عمدہ کتاب ہے۔ اس موضوع میں معاون امیر شکیب ارسلان کے مقالے کا ترجمہ بعنوان "اسباب زوال امت" ڈاکٹر احسان بک سامی حقی نے تحریر کیا جو کہ الدعوۃ اکیڈمی اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔ان کتب میں اتحاد امت کے متفرق پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے جبکہ زیر نظر مضمون میں عصر حاضر میں ملی وحدت اور اتحاد امت کے حصول و قیام میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے راہنمائی کے خاص پہلو پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔

تمہید

تمام انسانیت آدم علیہ السلام کی اولاد اور اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہونے کی وجہ سے وحدت کی متقاضی ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ تمام انسانیت کو فوز وفلاح، راہ راست اور سلامتی کے درجے پر فائز دیکھنا چاہتا ہے۔اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے انتخاب و ارسال اور ان پر وحی کے نزول کے ذریعہ ہر زمانے میں اور پوری دنیا میں راہ راست کی ایک جیسی ہدایت مہیا فرمائی۔اپنی ذاتِ الوہیت کی پہچان اور قدر دانی کے لیے ان سب کو توحید کی ایک جیسی دعوت،آپس میں حسن معاشرت کے لیے اخلاقیات کی ایک جیسی تعلیمات اور جوابدہی اور جزاوسزا کے لیے آخرت کا یکساں پیغام دیا۔یہ تمام اقدامات وحدتِ انسانیت کے تقاضے کو واضح کرتے ہیں۔

محسن انسانیت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عالمگیر ، دائمی اور آخری نبوت عطا فرمائی۔اسی نسبت سے آپ ﷺ نے تمام انسانیت کو امت دعوت کے طور پر قرآنی ارشاد "خلقكم من نفس واحدة" کی روشنی میں "ان ربكم واحدة، وان اباكم واحدة"[1] جیسے پیغامات کے ذریعے وحدتِ نوعِ انسانیت کا درس دیا۔پھر مسلسل دعوت اور افہام و تفہیم کے باوجود جو لوگ اس برادری سے کٹ گئے اور علیحدہ ہو گئے ان کو ایک جداگانہ قوم قرار دے کر سلامتی کا راستہ اختیار کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں کو امتِ اجابت کے طور پر حسبِ دستور ایک قوم،ایک ملت،ایک برادری بنا کر بنیان مرصوص یعنی سیسہ پلائی ہوئی نا قابل شکست دیوار قرار دیا اور آپ ﷺ نے اپنے فرامین اور اسوہ حسنہ جیسے دو بنیادی ذرائع سے وحدت امت کے لیے ان مسلمانوں کو آپس میں متحد رہنے کی تعلیم دی۔ذیل میں ان ذرائع کا تفصیلی و تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے۔

1۔وحدتِ اُمت کے قیام کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اپنے فرامین کے ذریعے ترغیب

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنے بے شمار فرامین کے ذریعے وحدت واتحاد امت کا درس دیا۔اس مقصد کے لیے آپ

ﷺ نے ایک طرف تو اتفاق و اتحاد قائم رکھنے کی ترغیبات و فضائل کی آیات قرآنیہ کی تعلیم دی اور ان کی مزید وضاحت کے لیے اپنے فرامین میں ان کو اختلاف اور نا اتفاقی و جدال کا فرق اور ان کی حدود کو واضح فرمایا اور دوسری طرف لڑائی جھگڑے اور افتراق و انتشار اور قتل و غارت کو اللہ کی ناراضگی، عذاب اور کفر و جاہلیت قرار دے کر اس کی شناعت کو بھی واضح فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کو امتِ واحدہ قرار دے کر انہیں اپنی عبادت پر جمع ہونے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ" (سورۃ الانبیاء:92)

" بلا شبہ تم ایک ہی امت ہو اور میں ہی تمہارا رب ہوں، اس لیے تم صرف میری عبادت کرو"۔

ایک مقام پر قرآن مجید کو ذریعہ اتحاد قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا"(سورۃ آل عمران:103)

"اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقوں میں نہ بٹو"۔

اس طرح تمام مسلمانوں کو افتراق اور انتشار اور فرقہ بندیوں سے روک دیا اور انہیں اپنی عبادت اور قرآن پر باہم متفق و متحد ہونے کا درس دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں اس سبق کو راسخ کرنے اور اس کے نفاذ کے لیے کئی پہلوؤں سے اپنے ارشادات میں اس پیغام کو خصوصی اہمیت دے کر بیان فرمایا۔

اجتماعیت اور اتحاد کی تلقین

آپ ﷺ نے امت کو اجتماعیت اختیار کرنے کی مسلسل تلقین فرمائی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک موقع پر تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا:

"أَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ"[2]

"اے لوگو جماعت کو لازم پکڑو اور علیحدہ و تنہا رہنے سے (تفرقہ) سے بچو۔"

اسی طرح ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

"لَنْ تَجْتَمِعَ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ أَبَدًا، فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّ يَدَ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ"[3]

" میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہیں ہو سکتی، پس تم پر جماعت کو اختیار کرنا لازم ہے۔ کیونکہ بے شک جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔"

ایک مقام پر آپ ﷺ نے جماعت کے التزام کو جنت میں داخلے کا سبب قرار دیا اور فرمایا:

"فَمَنْ أَحَبَّ الْجَنَّةَ فَعَلَيْهِ بِالْجَمَاعَةِ"[4]

"جس کو یہ پسند ہے کہ وہ جنت میں داخل ہو وہ جماعت کو لازم پکڑے۔"

اس طرح کے کثیر فرامین میں آپ ﷺ نے امت کو باہم اکٹھے اور متحد رہنے کی ترغیب دی تاکہ ان میں افتراق و انتشار نہ جنم لے اور یہ باہم شیر و شکر رہیں۔

صلح جوئی کی ترغیب اور اس کا عملی مظاہرہ

اسلام صلح جوئی اور امن پسندی اور اتحاد کا علمبردار دین ہے۔ چونکہ آپس کی مخاصمتیں اور افتراق و انتشار وحدت امت کو پارہ پارہ کر دینے والی چیزیں ہیں اس لیے صلح کو بہترین عمل قرار دیتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَالصُّلْحُ خَيْرٌ" (سورۃ

النساء: 128) (یعنی صلح ہی بہتر چیز ہے) کیونکہ نبی رحمت ﷺ کی سیرت طیبہ کا یہ امتیاز اور خاصہ رہا ہے کہ اختلافات و مسائل میں جھگڑنے اور ان سے الجھنے کی بجائے ان کے ٹھوس حل کے لئے باہمی افہام و تفہیم اور اصلاح کی صورتیں اور راہیں نکالی جائیں، تاکہ وحدت و مفاہمت کا عمل آگے بڑھتا رہے اور زندگی امن و سکون اور محبت کا گہوارہ بنی رہے۔

اس لیے نبی اکرم ﷺ نے صلح کی فضیلت اور فوائد اور صلح کروانے سے متعلق کثیر تعلیمات و ترغیبات ارشاد فرمائیں جیسا کہ امن و صلح اور طرفین کو ملانے، جوڑنے اور خیر و بھلائی کے لیے کچھ غلط بیانی کر لینے والے کو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جھوٹا نہیں ہے چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد یوں منقول ہے "لَيْسَ الكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَنْمِي خَيْرًا، أَوْ يَقُولُ خَيْرًا"۔[5] اس سے معلوم ہوا کہ صلح کی آپ ﷺ کے ہی نزدیک اتنی اہمیت ہے کہ اس کے لیے جھوٹ جو کہ آپ ﷺ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے کی بھی کسی حد تک اجازت دے دی تاکہ جھگڑا ختم ہو جائے۔

نبی اکرم ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے کہ ہر روز جس میں سورج طلوع ہوتا ہے انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہوتا ہے چنانچہ دو آدمیوں میں صلح کروا دینا بھی صدقہ ہے۔[6] آپ ﷺ کا ایک ارشاد یوں منقول ہے:

"لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ"[7]

"کسی مسلمان کے لیے یہ حلال ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے۔"

ایک فرمان میں تو آپ ﷺ نے یوں تک فرمادیا کہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان بھائی سے قطع تعلّق رکھنا حلال نہیں ہے اور اگر کسی نے تین دن سے زیادہ قطع تعلّق رکھی اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔[8]

امت کی وحدت اور صلح و آشتی کی آپ ﷺ کو کتنی فکر تھی اس بات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس عمل کے بارے میں ایک پیشین گوئی فرما کر اس عمل کی وجہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تحسین فرمائی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کو منبر پر جلوہ افروز دیکھا۔ درآنحالیکہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے پہلو مبارک میں موجود تھے، آپ ﷺ کبھی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور فرماتے تھے:

"إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ المسْلِمِينَ"[9]

"میرا یہ بیٹا (سردار) سیّد ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں (جماعتوں) کے مابین صلح کرائے گا۔"

اخوت و بھائی چارے کا درس و فروغ

وحدت و ہم آہنگی کا اولین مرحلہ داخلی امن اور باہمی اخوت و محبت کا احساس ہوتا ہے۔ مومنین کے مابین قیام امن و وحدت میں آپ ﷺ کا ایک اہم ترین کارنامہ ان میں اخوت و بھائی چارے کا قیام اور فروغ ہے۔ آپ نے ﷺ قرآن مجید کے فرمان "انما المومنون اخوة" (سورة الحجرات: 10) کے فروغ کے لیے بے شمار اقدامات کیے اور کثیر ترغیبات و تعلیمات اور تمثیلات ارشاد فرمائیں۔ آپ ﷺ کا فرمان "وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا" (اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ)، اور یہ اعلانِ اخوت "الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لا يَظلِمه ولَا ويُسلِمه"،[10] (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس لیے وہ نہ تو اپنے بھائی پر خود ظلم کرتا ہے اور

نہ ہی اس کو ظلم کے لیے کسی اور کے حوالے کرتا ہے)، بھی مسلمانوں پر باہم بھائی چارے اور اتحاد کے ساتھ رہنے کی بھاری ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔

آپ ﷺ نے اس رشتہ اتحاد واخوت کو پختہ اور گہرا کرنے کے لیے کہیں تو مومنوں کے بھائی چارے کی مثال ایک مربوط دیوار سے دی جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط اور طاقتور بناتا ہے۔[11] اور کہیں اس وحدت کو پروان چڑھانے کے لیے یوں ارشاد فرمایا:

"مسلمان آپس میں ایک جسم کی مانند ہیں، اگر اس کے ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بخار اور بیداری کا شکار ہو جاتا ہے اور اس تکلیف والم کو محسوس کرتا ہے۔"[12]

وحدتِ امت کے لیے اس بھائی چارے اور اتفاق واتحاد کو مزید موٴثر بنانے اور اس کے فروغ کے لیے بڑی اہمیت کے ساتھ ہمسایوں کے حقوق الگ سے ذکر کیے تاکہ ہمسائیگی اور محلّہ کی سطح سے اتحادِ امت اور بھائی چارہ پیدا ہو، امن وآشتی اور محبت فروغ پائے اور نتیجۃً پورا معاشرہ باہم شیر وشکر ہو کر وحدت کا گہوارہ بن سکے۔

امت مسلمہ کے اتحاد ووحدت کو آپ ﷺ نے جو ایک عمارت سے تشبیہ دی وہ ایک انتہائی خوبصورت اور عمدہ انداز کی تمثیل کہلا سکتی ہے جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"المؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا،ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ[13]

"ایک مسلمان کا تعلق (دوسرے) مسلمان کے ساتھ ایک مضبوط عمارت (اور اس کی دیوار) کی مانند ہے کہ جس کا ایک حصہ (بعض) دوسرے حصہ کو مضبوط بناتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں (داخل کیا) یعنی پیوست کرکے دکھایا۔"

گویا آپ ﷺ نے تمثیلاً یہ بات سمجھائی کہ جس طرح عمارت ایک ایک اینٹ کے جڑنے سے وجود میں آتی ہے اور پھر ان میں سے ہر اینٹ دوسری کو سہارا دیتی ہے اور عمارت مضبوط اور بلند ہوتی چلی جاتی ہے اسی طرح ایک ایک فرد کے ملنے سے معاشرہ وجود میں آتا ہے اور پھر ہر ایک کے دوسرے کو مضبوط کرنے سے معاشرہ بھی مضبوط ومستحکم ہو جاتا ہے۔

جدال، نااتفاقی اور فرقہ بندیوں کے عواقب

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو تعلیماتِ قرآنیہ اور اپنے فرامین کے ذریعے وحدت واتحاد کے قیام کے لیے جہاں ایک طرف اتفاق واتحاد قائم رکھنے کی ترغیبات وفضائل ارشاد فرمائے اور اختلاف ونااتفاقی کا فرق اور ان کی حدود کو واضح فرمایا وہاں دوسری طرف لڑائی جھگڑے اور افتراق وانتشار اور قتل وغارت کو کفر وجاہلیت اور اللہ کی ناراضگی وعذاب قرار دے کر اس کی شناعت اور انجام بد کو بھی واضح فرمادیا۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے امت کو یہ فرمان باری تعالیٰ بڑی اہمیت سے راسخ کروایا:

"وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُم" (سورة الانفال:46)

"آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔"

گویا لڑائی کی وجہ سے مسلمانوں کو بے وقعت اور کمزور ہونے کے انجام سے باخبر کیا گیا۔ اسی طرح فرقہ بندیوں کو اختیار کرنے والوں سے آپ ﷺ کی لاتعلّقی اور ان کی اللہ کے ہاں سرزنش کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح واضح فرمایا:

"إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا

كَانُوا يَفْعَلُونَ" (سورة الانعام :159)

"اے پیغمبر ﷺ یقین جانو کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا ہے اور کئی گروہوں میں بٹ گئے ہیں، ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ پھر وہ خود ہی انہیں جتلائے گا کہ وہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔"

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہدایت پا جانے کے بعد وہی گمراہ ہوتے ہیں جنہیں بحث وجدال میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔[14] حجۃ الوداع میں اپنے خطبے میں آپ ﷺ نے امت کو یہ تلقین بھی فرمائی تھی:

"وَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ"[15]

"میرے بعد کہیں کفر اور جاہلیت کے دور کی طرف واپس نہ لوٹ جانا کہ باہم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو"

گویا مسلمانوں کا ایک دوسرے کا خون بہانا اور باہمی قتل و قتال وہ خواہ کسی بھی عنوان سے ہو، اسے نبی اکرم ﷺ نے کفر وجاہلیت سے تعبیر فرمایا ہے۔

علماء اسلام نے اپنے تجربات کی روشنی میں مسلمانوں کے لڑائی جھگڑے کو اسبابِ زوالِ امت میں سے اہم ترین سبب قرار دیا چنانچہ برصغیر کی عظیم دینی وسیاسی شخصیت اور انگریزوں سے برسرپیکار رہنے والے شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے بارے میں مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں کہ جب مالٹا جیل کی چار سالہ قید سے رہائی کے بعد واپس تشریف لائے تو ایک رات بعد نماز عشاء دارالعلوم دیوبند میں علماء کے ایک بڑے مجمع میں فرمایا کہ ہم نے تو مالٹا کی جیل میں دو سبق سیکھے ہیں۔ یہ سن کر سارا مجمع متوجہ ہو گیا کہ وہ کیا سبق ہیں؟ انہوں نے فرمایا:

"میں نے جیل کی تنہائیوں میں جہاں تک اس پر غور کیا کہ مسلمان پوری دنیا میں دینی و دنیوی حیثیت سے تباہ کیوں ہو رہے ہیں؟ تو اس کے دو سبب ہی معلوم ہوئے: ایک اُن کا قرآن کو چھوڑ دینا اور دوسرے ان کا آپس کا اختلاف اور خانہ جنگی۔ اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآنِ مجید کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے۔۔۔ اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔"[16]

پروفیسر حبیب اللہ چشتی لکھتے ہیں:

"تاریخ پر ایک سرسری سی نظر ڈالنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ باہمی اختلاف اور فرقہ پرستی کے جنون نے امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا اور پہنچا رہی ہے۔ ملت اسلامیہ میں اختلاف کی پہلی خلیج فرقہ پرستی ہی کا نتیجہ تھی۔ پھر اس کے بعد ہر دور میں متعدد فرقے پیدا ہوتے گئے، امت مسلمہ کمزور سے کمزور تر ہوتی گئی"۔[17]

الغرض جدال اور لڑائی ہو یا فرقہ پرستی اور بے جا مباحثے، افتراق وانتشار ہو یا نااتفاقی اور علیحدگی یہ سب چیزیں مسلمانوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے انتہائی ناپسندیدہ بھی ہیں اور ان کی تباہی وبربادی اور زوال کا سبب بھی اور کفر و عذاب کی علامات بھی۔ اس لیے ان سے بچنا گویا اپنے وجود کو بچانے کے مترادف ہے۔

2۔ وحدتِ اُمت کے قیام کے لیے نبی اکرم ﷺ کی اپنے طرز عمل کے ذریعے ترغیب

دوسرا اہم ذریعہ آپ ﷺ نے یہ اختیار فرمایا کہ آپ ﷺ نے اپنی سیرت طیبہ اور طرز عمل سے انتہائی اہم اور مفید عملی اقدامات بطور نمونہ عطافرمائے۔ ذیل میں ان اقدامات کا تذکرہ تفصیلاً کیا جاتا ہے۔

ہجرت بطور ذریعہ وحدت

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ایک مقام پر اجتماعی طور پر ایک کمیونٹی بن کر محفوظ زندگی گزارنے کے لیے ہجرت کو بطور ذریعہ اختیار کروایا۔اس مقصد کے لیے ہجرت حبشہ اولیٰ اور ہجرت حبشہ ثانیہ اور آخر کار ہجرت مدینہ کے ذریعہ ایک محفوظ و مناسب مقام اور ایک مرکز پر جمع ہو کر باہم اتفاق ،اتحاد اور امن کے ساتھ زندگی کو اسلامی اصولوں کے مطابق گزارنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ جو کہ واقعتاً بعد میں اسی مقصد وحدت و یکجہتی میں انتہائی مفید ثابت ہوا اور مسلمان ایک پرچم تلے متحد ہو کر پوری دنیا میں پھیلتے اور ترقی کرتے چلے گئے۔

مدینہ میں مہاجرین وانصار مسلمانوں میں مواخات کے ذریعے وحدت کا قیام

کوئی بھی حکومت صرف امت کی وحدت اور تعاون باہمی کی بنیاد پر ہی قائم ہو سکتی ہے اور افراد امت کے درمیان اتحاد و تعاون ممکن نہیں اگر اخوت باہمی کا محرک موجود نہ ہو اور وہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرتے ہوں۔افراد معاشرہ میں اگر محبت و اخوت مفقود ہو تو ان کے درمیان عدل وامن کے اصولوں کا نفاذ بھی کسی صورت میں ممکن نہیں ہوتا۔بلکہ ممکن ہے کہ یہی اصول ان افراد کے درمیان بغض و نفرت اور نزاع کا سبب بن جائیں اور پھر اسی بغض و نفرت سے معاشرے میں ظلم و زیادتی اور جھگڑوں کی بدترین شکلیں ظاہر ہوتی ہیں۔[18]

ان خرابیوں سے بچنے اور وحدت کے حصول کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات اور بھائی چارہ قائم کیا اور اس مواخات کو اس عدل اجتماعی کے اصولوں کی بنیاد بنایا جس کے نفاذ پر دنیا کا سب سے عظیم اور بے مثال معاشرتی نظام وجود میں آیا۔اور یہ اخوت صرف مدینہ میں ہی نہیں کروائی بلکہ اس سے قبل یہ مواخات والا عمل ایک بار آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ بھی کروایا تھا۔[19] مقصد ان سارے اقدامات کا یہی تھا کہ اولین طور پر افراد معاشرہ کے مابین داخلی طور پر امن و آشتی قائم ہو جو کہ بعد ازاں خارجی اور بین الاقوامی سطح پر نفوذ کر کے عالمی امن واتحاد کا ضامن ہو سکے۔

میثاق مدینہ قومی وحدت کا عظیم مظہر

پیغمبر وحدت ﷺ نے ہجرت کے پہلے سال تمام اہل مدینہ جن میں مسلمان، مشرکین اور یہودی لوگ شامل تھے، کے درمیان ایک امن معاہدہ قائم فرمایا جسے میثاق مدینہ کہا جاتا ہے۔اس معاہدے سے مذہب و نسل کے امتیاز کے باوجود متحدہ قومیت، باہمی حقوق کی پاسداری اور امن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ گویا یہ ایک پر امن بقاء باہمی کا معاہدہ تھا۔[20] اس معاہدہ نے نہ صرف مدینہ کی سوسائٹی کو ایک نظم میں پرو دیا بلکہ سیاسی نوعیت کی تنظیم معاشرہ میں بھی اہم کردار ادا کیا۔اس معاہدہ کو بلا شبہ دنیا کا پہلا تحریری دستور قرار دیا جاتا ہے۔[21] اس طرح گویا میثاق مدینہ میں مسلمانوں کی اجتماعی حیثیت کو تسلیم کروا کے ان کو باہم اور دیگر اقوام سے مامون و متحد رکھنے کی عظیم کاوش ہجرت کے پہلے سال ہی کر دی گئی۔ چنانچہ مشہور سیرت نگار قاضی سلیمان منصور پوری نے اس معاہدہ کو بجا طور پر "استحکام امن کے لیے بین الاقوامی معاہدہ" کا نام دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتلائی کہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے اور تہذیب و تمدن میں سب کو ایک دوسرے سے مدد و اعانت ملتی

رہے۔[22] اس معاہدہ کی اہمیت اور اسکے مفیدِ اتحادِ امت ہونے کے بارے میں ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی لکھتے ہیں" بحثیت مجموعی یہ لوازم اتحادِ اُمت کی فکر اور اس سے متعلق دیگر تنظیمی دفعات پر مبنی ہیں۔ کسی بھی سرزمین میں اسلام کی حکومت قائم ہو سکتی ہے اور نہ اس کا قانون چل سکتا ہے جب تک کہ یہ دستوری تنظیم قائم نہ ہو جسے رسول اللہ ﷺ نے تشکیل دیا تھا۔"[23]

الغرض اس معاہدہ کی تمام شقوں میں آپ ﷺ نے امن، سلامتی، استحکام، اتفاق، اتحاد، بقائے باہمی، نظم، اور دفاع کے مختلف پہلو شامل فرمائے جس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ معاہدہ قیامِ وحدت کے لیے کتنا مفید اور اہمیت کا حامل تھا۔

صلح حدیبیہ میں اتحاد امت کا عظیم مظاہرہ

صلح حدیبیہ کو ایک طرف تو بین المذاہب ہم آہنگی اور مفاہمت و مصالحت کا عظیم مظہر سمجھا جاتا ہے اور دوسری طرف اسے وحدت و اتحاد امت کی بھی ایک عظیم علامت سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس میں ایک صحابی رسول ﷺ اور اپنے مسلمان بھائی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے اور بصورت لڑائی، آپ ﷺ نے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت قدمی سے اور متحد ہو کر لڑنے کی بیعت ِ شہادت لی۔ اس بیعت میں آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا داہنا ہاتھ قرار دیا اور ان کی جانب سے اپنے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس بیعت کا حال سن کر قریش ڈر گئے اور ان کے سردار یکے بعد دیگرے حدیبیہ میں حاضر ہوئے۔[24] مسلمانوں کی اپنے ایک مسلمان بھائی کے لیے اس بیعت کو اتحاد امت کا ایک عظیم مظہر قرار دیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کا یہ اتحاد اور جانثاری کا جذبہ اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ درخت کے نیچے کی گئی اس بیعت کی منظر کشی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس کی بدولت مومنوں پر راضی ہونے کا اعلان فرمایا اور پھر اسی نسبت سے اسے " بیعت رضوان " کا نام بھی دیا گیا۔ یہ بیعت ایک قول کے مطابق موت پر بیعت تھی اور ایک قول جو کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہے، کے مطابق اس بات پر تھی کہ ہم اکٹھے رہیں گے اور کسی حالت میں نہیں بھاگیں گے۔[25]

خطبہ حجۃ الوداع پیغام وحدت کا چارٹر

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے مشہور اور تاریخی خطبہ میں امت کو ہر قسم کی عصبیتوں، تفاخر اور فوقیتوں کو ختم کر کے اتحاد و یگانگت کا درس دیا۔ نیز آپ ﷺ نے دور جاہلیت کے خاتمے اور اسلام کی روشنی والے دور کے آغاز کا اعلان کیا اور فرمایا:

"أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ"[26]

"دور جاہلیت کی تمام اقدار آج میرے قدموں کے نیچے ہیں۔"

ان اقدار جاہلیت میں شرک و بدعت، رنگ اور زبان کا فرق و امتیاز، نسل پرستی، زنا و بدکاری، شراب نوشی، قمار اور جوا، رشوت اور سود، پانسے اور کہانت و نجوم، عریانی و ناچ گانا، اور باہمی لڑائیوں اور قتل و قتال، افتراق و انتشار جیسی خرابیاں اور اقدار شامل تھیں۔ جنہیں نبی پاک ﷺ نے تقریباً تئیس سال کی محنت کے بعد ختم کیا اور ان اقدارِ جاہلیت سے مبرا اور پاک اسلامی وحدت والے معاشرے کا آغاز فرمایا۔

حجۃ الوداع ہی کے موقع پر آپ ﷺ نے امت کو باہم اتحاد کے فروغ کے لیے تلقین اور تاکید فرماتے ہوئے وہ تاریخی جملے بھی ارشاد فرمائے تھے کہ خبردار کہیں میرے بعد کفر و جاہلیت کے دور کی طرف پھر سے واپس نہ پلٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ گویا مسلمانوں کا باہم لڑائی جھگڑا آپ ﷺ نے کفر و جاہلیت کے مترادف قرار دیا۔

لڑائی جھگڑوں کی مصالحت میں آپ ﷺ کی مشغولیت

آپ ﷺ ہمیشہ اپنے عمل سے "فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ" (سورۃ الحجرات: 10) کے فرمانِ باری تعالیٰ کے پیشِ نظر صلح کے فروغ اور ترجیح میں بنفسِ نفیس مصروف رہے۔ صلح حدیبیہ اس کی ایک بہترین مثال قرار دی جا سکتی ہے۔ جس کو بظاہر مسلمان اپنے خلاف سمجھ رہے تھے لیکن آپ ﷺ نے یہ صلح کی اور اس کو اللہ کے حکم سے فتح عظیم قرار دیا (سورۃ الفتح: 1)۔ وحدت کے قیام اور نفاذ کے لیے لوگوں کے جھگڑوں میں امن و صلح کروانے اور انہیں باہم متحد رکھنے کے لیے ٹھوس عملی اقدامات بھی اٹھاتے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے تفرقوں اور اختلافات کو مٹانا اور انہیں باہم متحد کرنا اپنا ایک ضروری فرض قرار دیا تھا اور جب آپ کو اس قسم کے منازعات کی خبر ہوتی تو آپ ﷺ ان کی صلح کو تمام مذہبی فرائض پر مقدم سمجھتے تھے۔[27]

چنانچہ ایک بار قبیلہ بنو عمر بن عوف کے چند افراد کے مابین کچھ جھگڑا پیدا ہو گیا، آپ ﷺ کو پتہ چلا تو اپنے چند اصحاب کرام کی معیت میں ان میں مصالحت کروانے ان کے پاس چلے گئے۔ اسی مصالحت میں مصروفیت کی وجہ سے نماز کے وقت میں تاخیر ہو گئی، ادھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور انتظار کرنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز شروع کر دی۔ بعد ازاں آپ ﷺ وہاں سے واپس تشریف لائے اور نماز مکمل کروائی۔[28]

اسی طرح ایک مرتبہ اہل قبا کا کسی بات پر باہم جھگڑا ہو گیا اور سنگباری تک نوبت آ گئی۔ آپ ﷺ کو جب اس کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ہمراہ پیدل چل کر وہاں تشریف لے گئے اور ان میں صلح صفائی کروائی۔[29]

اس طرح کے کثیر واقعات کتب سیرت و حدیث میں موجود ہیں جو کہ ہمیں یہ اسوہ اور راہنمائی فراہم کرتے ہیں کہ ہم بھی اسی طرح اس رویے کو اختیار کرتے ہوئے باہم متحد اور صلح سے رہیں اور اگر کہیں اختلافات رونما ہو جائیں تو وہاں صلح کروا کے وحدت امت کو فروغ دیں۔

نبی اکرم ﷺ کی صفتِ رحمۃ للعالمین، علامت وحدت

ہم اس نبی ﷺ کے امتی ہیں جو کہ تمام جہانوں کے لئے سراپا رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے ایک فرمان میں رحمۃ للعالمین (سورۃ الانبیاء: 107) یعنی تمام جہانوں کے لیے رحمت، کا لقب عطا فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی رحمت و رافت اور محبت و شفقت اپنوں اور غیروں سب کے لئے عام تھی۔ آپ کے دیے ہوئے نظام کا مقصود صرف اپنی اور مسلمانوں ہی کی فلاح و بہبود نہیں تھا، بلکہ اس کا مقصد پوری انسانیت کی فلاح، بھلائی اور ترقی تھا۔ آپ ﷺ کا بلا تفریق تمام انسانیت کے ساتھ برابر رحمدلی، محبت اور شفقت کا برتاؤ وغیرہ قیام وحدت کے لیے کیے گئے اقدامات کی واضح مثالیں ہیں

اسلامی عبادات، قیام وفروغِ وحدت کا ذریعہ

اسلام نے اپنے ماننے والوں پر جو عبادات لازم اور فرض کی ہیں اگر ان کی ماہیت اور طریقہ ہائے کار کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ تمام عبادات امت میں وحدت و اتحاد پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں بشرطیکہ ان کو اسلامی تعلیمات اور ان کے مقررہ طریقہ کار کے مطابق ادا کیا جائے۔

مثال کے طور پر نماز ہی کو لے لیجیے کہ نظام صلوٰۃ میں باجماعت نماز درحقیقت نظم و ضبط، اتحاد اور اجتماعیت کا روزانہ کی بنیاد پر پنج وقتہ درس اور تربیت ہے۔ اور جمعیت کے اس عمل کو قائم رکھنے کی اتنی اہمیت ہے کہ جنگ کے دوران بھی اسے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اس موقع کی مناسبت سے باقاعدہ صلوۃ الخوف کو مشروع کیا

گیا۔ مسلمانوں میں یکسانیت اور اتحاد کو پختہ کرنے کے لیے صفوں کو سیدھا کرنے کا حکم دیا اور اسے اقامت و تکمیلِ صلوٰۃ کا حصہ قرار دیا۔[30]

اسی طرح ایک امام کی اقتداء وغیرہ جیسے امور وحدت امت کے قیام کے ذرائع کے طور پر تعلیم فرمائے گئے ہیں۔ اسی طرح روزے اور زکوٰۃ خود غرضی کی بجائے دوسروں کے دکھ، تکلیف اور ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے ان میں شامل ہونے، ان کی معاونت کرنے اور ان کے ساتھ یکجا ہو کر کھڑے ہونے کے عمل کے طور پر نافذ کیے گئے۔ اور حج تو واضح طور پر پوری دنیا کے مسلمانوں کے اجتماع و یکجہتی ، مساوات واجتماعیت اور اتحاد و وحدت کا عالمی اور عملی مظاہرہ ہے۔ اسی طرح جہاد اسلامی عبادات میں اپنے مظلوم بھائیوں کے تحفظ اور ان کے ساتھ اظہار یکجہتی کا عملی مظاہرہ ہے۔ اس کا داخلی نظام، صف بندی، ثابت قدمی، اطاعت امیر وغیرہ بذات خود اجتماعیت، نظم و نسق اور ہمہ جہتی کا عظیم مظہر ہیں۔

3۔ قومی وحدت کے قیام کے لیے اسوہ رسول اکرم ﷺ

قومی وحدت میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے افراد کو بھی شامل کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی قوم کی معیت میں کسی ایک ریاست میں رہ رہے ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس مقصد کے لیے اقلیتوں کے ساتھ مفاہمت واتحاد اور بین المذاہب ہم آہنگی بھی لازمی ہو جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ کی سیرۃ طیبہ سے ہمیں بے شمار مثالیں راہنمائی کے لیے میسر آتی ہیں۔ چند کا تذکرہ ذیل میں بطور نمونہ کیا جاتا ہے۔

اہلِ نجران کے ساتھ معاہدہ

جب اسلام کی شوکت و سطوت قائم ہو گئی تو آپ ﷺ نے قومی وحدت کے قیام کے لیے اہلِ نجران کے (عیسائیوں کے) ساتھ ایک معاہدہ کیا، یہ معاہدہ اس قدر جامع ہے اور ایک ایسی دستاویز ہے کہ جس نے ایک اسلامی ریاست میں اقلیتوں اور غیر مسلموں کے مذہبی، معاشرتی، سیاسی، معاشی اور قانونی حقوق کے مکمل تحفظ کی ضمانت اور ایک اعلیٰ مثال فراہم کر دی ہے۔ اس معاہدہ میں آپ ﷺ نے نجران کے غیر مسلموں کو مندرجہ ذیل مذہبی آزادیاں اور حقوق دے کر مذہبی ہم آہنگی اور قیام وحدت کا عملی ثبوت فراہم کیا:

* غیر مسلموں کے عقیدہ، مذہب، مذہبی راہنماؤں اور عبادت گاہوں کو اسلامی حکومت کا تحفظ فراہم کرتے ہوئے ان کو ان کے عقیدہ و مذہب سے وابستہ رکھنے کی آزادی و ضمانت فراہم کر دی گئی ہے۔
* غیر مسلموں کی جان و مال، عزت و آبرو، مسلم ریاست کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے اور ان کو برابر کے مذہبی و قانونی حقوق عطا کیے گئے ہیں۔
* غیر مسلموں کو یہ آزادی دی گئی کہ وہ اپنے مذہبی عہدیداروں کا انتخاب خود کریں نیز ان کے کسی مذہبی منصب کے حامل فرد کو کسی ظلم کا ساتھ یا ارتکاب کیے بغیر اس کے مقررہ منصب یا عہدہ سے معزول نہیں کیا جائے گا۔[31]

مسجدِ نبوی میں نصاریٰ کو عبادت کی اجازت

قومی وحدت کے قیام کے لیے آپ ﷺ نے دیگر مذاہب والوں سے رواداری اور مذہبی آزادی کے رویہ کو فروغ دیا۔ اس کی ایک مثال نجران کے عیسائیوں کا ساٹھ سواروں پر مشتمل وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس میں "اُسقف ابوالحارث" جو کہ ان کے گرجا کا پادری اور امام تھا اور "ایہم" نامی شخص جو کہ علاقہ کا جج اور حاکم تھا اور اسے "سید" کے لقب سے

بھی پکارا جاتا تھا۔ عبد المسیح جس کا لقب عاقب تھا اور جو علاقے کا گورنر اور امیر بھی تھا۔ان کے علاوہ عیسائیوں کے چوبیس باقی مشہور سردار بھی شامل تھے، یہ ساٹھ سواروں پر مشتمل قافلہ عصر کے وقت بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا۔ یہ وقت اُن کی عبادت کا تھا (اور غالباً وہ اتوار کا دن ہوگا)۔ان کے اجازت طلب کرنے پر نبی اکرم ﷺ نے انہیں اپنی مسجد میں نماز پڑھ لینے کی اجازت عطا فرمادی۔ انہوں نے مسجد سے مشرق کی جانب رخ کرکے نماز ادا کی۔ بعض مسلمانوں نے ان کو مسجدِ نبوی میں عیسائیوں والی نماز پڑھنے سے منع کرنا چاہالیکن آپ ﷺ نے مسلمانوں ایسا کرنے سے منع فرمادیا"[32]۔اس طرح کا رویہ آج کے مسلمانوں کے لیے بھی مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

خیبر کے یہودیوں کے ساتھ سلوک

یہود جنہوں نے اسلام دشمنی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ ہجرت مدینہ کے بعد تو انہوں نے قریش مکہ سے مل کر اسلامی ریاست کے خلاف نہ صرف سازشوں کے جال بُننے شروع کیے بلکہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص کسی یہودی کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ اس پر مظالم کے پہاڑ توڑتے تھے۔آپ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرکے نبی ﷺ اور مسلمانوں کو اذیت دینا تواُن کا روز کا معمول ہی تھا مگر اس سب کچھ کے باوجود جب فتح خیبر کے موقع پر کچھ مسلمان ان کے مویشی کھول کر ہانک کر لے گئے اور یہودیوں نے آپ ﷺ کے دربار میں شکایت کی تو آپ ﷺ اس پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:

"أَلَا لَا تَحِلُّ أَمْوَالُ الْمُعَاهَدِينَ إِلَّا بِحَقِّهَا"[33]

"خبردار! تم پر غیر مسلم اقلیتوں کے اموال پر ناحق قبضہ کرنا حلال نہیں ہیں۔"

اسی طرح آپ ﷺ کا ایک فرمان ہے:

"مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ"

"جس نے کسی معاہد کو ناحق قتل کردیا اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کردیا ہے۔"

اس طرح کی تعلیمات کا ہی اثر تھا کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں اور آپ ﷺ کے خلفاء کے ادوار میں ان کے جان ومال، مویشی، عزت وآبرو، فصلیں، زمینیں، عبادت گاہیں، کاروبار، تجارت غرض سب کچھ اسی طرح مامون و محفوظ ہوتے تھے جس طرح مسلمانوں کے اپنے حقوق محفوظ تھے۔یہ سب کچھ قومی وحدت پیدا کرنے کے وہ اقدامات تھے جن کی بدولت اسلامی ریاست میں امن وسکون اور ترقی ممکن ہوئی۔

اختلاف وجدالِ امت اور اس کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

اتحاد امت کو قائم کرنے کے لیے اور اس کے فروغ کے لیے یہ امر بھی انتہائی ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں چند عمومی غلط فہمیوں اور تعبیری اغلاط کو دور کیا جائے اور چند عملی اقدامات و تجاویز امت کے سامنے پیش کی جائیں تاکہ اس نصب العین کو پورے شرح صدر اور ذمہ داری سے حاصل کرنے کو سعی کی جائے اور نتائج سے بہرہ ور ہوا جائے۔ذیل میں اس پہلو کو دو نکات کی صورت میں واضح کیا جاتا ہے۔

اختلاف، اتحاد اور جدال میں فرق اور ان کی حدود وقیود

اتحاد بین المسلمین کے بارے میں سب سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اختلاف ایک الگ چیز ہے اور اس کے نتیجے میں جدال و جھگڑا ایک الگ چیز ہے۔عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر اختلافات پیدا ہو جائیں تو اتحاد ختم ہو جانا لازمی امر

ہے۔ یعنی اتحاد تب ہو گا جب اختلافات پیدا ہی نہ ہوں۔ حالانکہ یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے جو کہ قیام اتحاد میں بڑی رکاوٹ بنتی ہے اور نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اختلاف کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عقل و فہم اور، مزاج و نفسیات میں مختلف درجات سے نواز کر ان میں بے پناہ تفاوت پیدا کر دیا ہے۔ اس لیے اختلافات کا پیدا ہونا عقل و فطرت کا تقاضا ہے اور اختلاف جب پیدا ہو سکتے ہیں تو وہ باقی و جاری بھی رہتے ہیں۔ تاہم اختلاف اور فرقہ بندی میں کافی فرق ہے جو کہ اظہر من الشّمس ہے کیونکہ فرقہ بندی تو بذات خود افتراق و جھگڑے کی ہی ایک قسم ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں اختلاف سے تو کہیں منع نہیں فرمایا گیا جبکہ فرقہ بندی سے منع فرمایا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ "اختلاف رائے اگر اپنی حدود کے اندر ہو تو کچھ مذموم نہیں ہے۔۔۔اور اہل عقل و بصیرت پر یہ مخفی نہیں ہے کہ دینی اور دنیوی دونوں قسم کے معاملات میں بہت سے مسائل ایسے آتے ہیں جن میں رائیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ ان میں اختلاف کرنا عقل و دیانت کا عین تقاضا ہوتا ہے۔۔۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ اور آئمہ مجتہدینؒ کے دور کی وہ تاریخ بھی سامنے رکھنا ضروری ہے کہ تعبیر کتاب و سنت کے ماتحت ان میں جو اختلاف رائے پیش آیا ہے اس پوری تاریخ میں ایک بھی ایسا واقع کہ اس نے جنگ و جدال کی صورت اختیار کی ہو۔ باہمی اختلافِ مسئل کے با وجود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا اور تمام برادرانہ تعلقات قائم رہنا، اس پوری تاریخ کا اعلیٰ شاہکار ہے"۔[34]

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے ان اختلافات کی دو اقسام بیان کی ہیں وہ لکھتے ہیں:

> "امت میں دو قسم کے اختلافات ہوئے ہیں آنحضرت ﷺ کو ان دونوں قسم کے اختلافات سے مطلع بھی کیا گیا اور آپ نے ان دونوں کے بارے میں امت کو ہدایات بھی فرمائیں۔ ان میں سے پہلی قسم کا اختلاف وہ ہے جو اجتہادی مسائل میں صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور آئمہ مجتہدینؒ کے درمیان رونما ہوا اور جو آج حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی اختلاف کے نام سے مشہور ہے، یہ اختلاف خود آپ ﷺ کے مبارک دور میں بھی رونما ہو جاتا تھا۔۔۔ یہ اجتہادی اختلاف نہ صرف ایک فطری اور ناگزیر چیز ہے بلکہ اس کو رحمت قرار دیا گیا ہے۔۔۔ دوسری قسم کا اختلاف " نظریاتی اختلاف " کہلاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس اختلاف کی بھی پیش گوئی فرمائی تھی اور اس اختلاف میں حق و باطل کو جانچنے کا معیار بھی مقرر فرمایا تھا۔"[35]

اسی اجتہادی اختلاف کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ ان امور میں اختلاف صرف دو قولوں میں سے ایک کو ترجیح دینے کے بارے میں ہے۔ ان مسائل کی اصل مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف صرف یہ ہے کہ دونوں میں سے بہتر کیا ہے۔ اس اختلاف کی نظیر ایسی ہے جیسے قراءۃ قرآن (ادائیگی الفاظ قرآن) میں اختلاف ہے۔[36] اس طرح کے اختلافات کی کثیر امثلہ احادیث میں بکثرت مل سکتی ہیں۔

اسی طرح یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ اختلاف بھی وہاں کیا جا سکتا ہے جہاں اس کی ضرورت اور گنجائش ہو کیونکہ ہر جگہ اختلاف کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قرآن مجید کے کسی حکم کا مصداق متعین کرنے میں اور اس کو سمجھنے میں تو کسی قدر اختلاف ہو سکتا ہے لیکن نفسِ حکمِ قرآنی سے اختلاف کی قطعاً کوئی گنجائش اور اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح نبی پاک ﷺ کے کسی ارشاد گرامی اور عمل مبارک کا معنی و مفہوم اور منشا و مقصود متعین کرنے میں تو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن آپ ﷺ کے

نفسِ ارشاد و عمل سے کسی صورت اختلاف نہیں کیا جاسکتا۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر اختلاف حلال و حرام کا نہیں ہوتا اور نہ ہی ہر اختلاف کفر و اسلام کا ہوتا ہے بلکہ بعض جگہ صرف ترجیحات اور اولیٰ و غیر اولیٰ کا اختلاف ہوتا ہے اس لیے ہر اختلاف کو اس کی اپنی سطح اور اپنے درجے میں رکھا جائے اور اسے اس کی حدود کے مطابق سمجھنا چاہیے اور اس کو اتحاد کے منافی نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس صورت میں اس کے نقصانات اور برے نتائج سے کافی حد تک بچا جاسکتا ہے۔

اختلاف وجدالِ امت کا حل اور وحدت امت

اب جبکہ یہ واضح ہو گیا کہ امت میں بعض امور میں اختلاف نہ صرف ناگزیر ہے بلکہ فروغِ تحقیق اور عمقِ مطالعہ و علم کے لیے مفید بھی ہے تو سوال یہ ہے کہ پھر اس کے نقصانات اور خرابیوں سے بچا کیسے جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن اور سنت و سیرتُ النبی ﷺ میں جو راہنمائی موجود ہے اسے اختیار کر کے اس اختلاف کو ذریعہ وحدت و اتحاد بھی بنایا جاسکتا ہے۔ اس بحث کو آسان انداز سے واضح کرنے کے لیے ہم اس کو تین اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

1۔ عمومی جھگڑوں اور نزاع کا حل اور قیام وحدت

امت کو آپ ﷺ نے عام زندگی کے جھگڑوں اور مخاصمتوں کی صورت میں اپنے فرامین و عمل سے صلح کرنے اور صلح کروانے کی تلقین اپنے فرامین و عمل کے ذریعے فرمائی تاکہ معاملہ آگے ہی نہ بڑھے اور ابتدا سے ہی شیر و شکر ہو جائیں۔ مثلاً اگر یہ جھگڑا زوجین کے مابین ہو تو قرآن مجید میں ان کے مابین مصالحت کے لیے ایک نہایت ہی عمدہ تجویز دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

"وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا" (سورة النساء:35)

"اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو (تو ان کے درمیان فیصلہ کروانے کے لیے) ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے بھیج دو اگر وہ دونوں اصلاح کروانا چاہیں گے تو اللہ دونوں کے درمیان اتفاق پیدا فرمادے گا"۔

گویا خاندان جو کہ معاشرہ کی ایک اہم اکائی ہے کو مصالحت کے ذریعے مل بیٹھ کر بچانا لازم قرار دیا گیا نیز آپ ﷺ نے صلح کروانے والوں کے لیے کثیر اجر و ثواب کی بشارتیں ارشاد فرمادیں۔

اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے مسلمان بھائی سے اگر کسی وجہ سے جھگڑا ہو بھی جائے تو اسے تین دن کے اندر اندر ختم کرنے کی تلقین فرمائی اور ارشاد ہے:

"لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، يَلْتَقِيَانِ فَيَصُدُّ هَذَا وَيَصُدُّ هَذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ"[37]

گویا تین دن سے زیادہ قطع تعلّق کو حرام قرار دیا اور اس کو بہتر اور خیر کا علمبردار قرار دیا جو اس ناراضگی کو ختم کرتے ہوئے سلام میں پہل کرے۔ جھگڑا ختم کرنے والے کے لیے آپ ﷺ نے عظیم خوشخبری بھی سنائی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَنَا الزَّعِيمُ بِبَيْتٍ فِي رِبَاضِ الْجَنَّةِ، وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَاهَا، وَبِبَيْتٍ فِي أَسْفَلِهَا لِمَنْ تَرَكَ الْجَدَلَ

وَهُوَ مُحِقٌّ"[38]

"میں اس شخص کو جنت کے وسط میں، جنت کے بالائی حصے میں اور جنت کے نچلے حصے میں مکان دلانے کا ضامن بنتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے"۔

اس طرح کے کثیر ارشادات فرما کر اور اپنے عمل سے مثالیں فراہم کر کے آپ ﷺ نے امت میں جدال و نااتفاقی کو ختم کرنے اور اتفاق و وحدت قائم کرنے کی راہیں ہموار کیں۔

اجتہادی اختلافات کا حل اور وحدتِ امت

عمومی جھگڑوں کو تو بالکلیہ ختم کرنے کا حکم دیا گیا جبکہ ناگزیر اور بوجوہ اجتہادی اختلافات کی صورت میں بھی آپ ﷺ نے بہت مفید اقدامات اور حل تعلیم فرمائے جن سے آج کے دور میں مفاہمت اور اتحاد کے لیے بہترین راہنمائی لی جا سکتی ہے۔اس سلسلہ میں آپ ﷺ کی سیرت سے وہ واقعہ اختصار کے نقل کر دینا کافی ہو گا جس میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو عصر کی نماز بنی قریضہ میں ادا کرنے کا حکم دیا۔جب وہاں پہنچنے میں تاخیر ہو گئی اور نماز کا وقت نکلنے لگا تو بعض صحابہ نے حکم کے الفاظ کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز قضا کر کے بنی قریضہ ہی میں ادا کی جبکہ بعض نے مقصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے راستے میں ہی ادا کر لی۔جب آپ ﷺ کے پاس پہنچے واقعہ کا ذکر کیا تو وہاں الفاظ ہیں:

"فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ"[39]

"آپ ﷺ نے کسی فریق کو عتاب نہیں فرمایا۔"

بلکہ دونوں کی تصویب فرمائی کیونکہ دونوں منشاء نبوی کی تکمیل میں کوشاں تھے۔ گویا سیرت طیبہ کی اس مثال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اجتہاد کرتے ہوئے اگر رائے مختلف ہو جائے تو جس کو بھی اختیار کر لیا جائے صحیح ہے۔ مولانا یوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں کہ اس اختلاف کا حکم یہ ہے کہ جس امام مجتہد سے اعتقاد ہو اس کے اجتہاد پر عمل کیا جائے اور باقی بزرگوں کے بارے میں ادب واحترام کو ملحوظ رکھا جائے۔[40]

شاہ ولی اللہؒ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ،فقہاء اور آئمہ مجتہدین میں اختلافات کے اسباب کو بڑی جامعیت اور تفصیل سے لکھا ہے۔آپ لکھتے ہیں: الغرض صحابہ کرام کے مذاہب مختلف ہو گئے اور ان میں سے تابعین نے جس میں سہولت دیکھی اختیار کر لیا پس رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور صحابہ کے طریق کار سے جو کچھ جس نے سنا اسے یاد کر لیا۔اس کے پابند رہے اور حتی المقدور ان میں باہمی مطابقت کی اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دی۔[41]

آج اگر اس علمی رویے کو فروغ دے دیا جائے اور محض فروعی واجتہادی اختلافات کی وجہ سے تکفیر اور گمراہی کے فتووں سے پرہیز کیا جائے اور اسے صرف اولیٰ غیر اولیٰ اور ترجیحات ہی کے دائرے میں رکھا جائے تو امت میں پھیلے بے شمار جھگڑے خود بخود ختم ہو جائیں۔

نظری اختلافات کا حل اور وحدت امت

امت میں نظریاتی اختلافات کی پیشین گوئی بھی آپ ﷺ نے فرما دی تھی اور اسے ناپسند بھی فرمایا تھا، قرآن مجید اور آپ ﷺ کے فرامین میں اس کا حل اور اس صورتحال میں اس سے نجات اور صحیح راستے پر قائم رہنے کے لیے امت کو شریعت کے بنیادی مصادر اور اس شریعت کے اولین پیروکاروں کی اتباع پر جمع و متحد ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا" (سورة النساء :115)

"جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور مومنین کے رستے کے سوا کسی اور راستے پر چلے تو ہم اس کو اسی راہ کے حوالے کر دیں گے جو اس نے خود اختیار کی ہو گی۔ اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے"۔

آپ ﷺ نے بھی اسی طرح کا حل اور راستہ اختلافات نظری کی صورت میں پیش فرمایا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ"[42]

"میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک اسے تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہوں گے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے بنی ﷺ سنت مطہرہ"۔

یعنی جب تک ان سے وابستہ رہو گے اور ان مصادر سے راہنمائی لیتے رہو گے تو گمراہی سے بچے رہو گے۔ اسی طرح ایک مقام پر اختلافات اور ان کا حل تجویز فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

"میں نے تمھیں ایک ایسے صاف اور روشن راستے پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی دن کی مانند چمکدار اور روشن ہے، میرے بعد اس راستے سے صرف ہلاک ہونے والا ہی منحرف ہو گا، میرے بعد تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا، پس تم میری اور میرے خلفاء راشدین جو کہ ہدایت یافتہ ہیں، کی سنت سے جو کچھ تم جانتے ہو اس کو لازم پکڑنا (اس کی پابندی کرنا)، اس کو اپنی ڈاڑھوں (دانتوں) سے مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھنا، اور لازمی طور پر امیر کی اطاعت کرنا، اگرچہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو"[43]

اختلافات کے ادوار میں وحدت کے حصول کے لیے کتاب و سنت اور خلفا راشدین کے طرز عمل کو اختیار کر کے اس راہ راست پر متحد و یکجا رہنے کی یہ انتہائی عمدہ ترغیب تھی۔ اسی پیغام وحدت واتحاد کو ذہنوں میں مزید راسخ کرنے کے لیے اور ایک سیدھے راستے کے انتخاب کے لیے آپ ﷺ نے ایک اور مقام پر اسے ایک انتہائی خوبصورت تمثیل کے ذریعے بھی واضح فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ہمارے لیے زمین پر ایک خط کھینچا پھر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے، پھر اس خط کے دائیں اور بائیں جانب کچھ اور خطوط کھینچے پھر فرمایا کہ یہ متفرق راستے ہیں ان میں سے ہر راستے پر شیطان بیٹھا ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:" وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ"یعنی بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا اسی پر چلتے رہو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو ورنہ وہ راہیں تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے ہٹا کر جدا جدا کر دیں گی۔"[44]

آج کے اس پر فتن اور افتراق کے دور میں آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ اور فرامین مبارکہ کو اندھیرے میں روشن چراغ کے طور پر استعمال کر کے امت ایک راستے اور مقصد پر متفق و متحد ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے دور حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ان

تعلیمات و سیرت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو عوام و خواص تک پہنچایا جائے اور اس سے مکمل طور پر استفادہ کیا جائے اور ان خطوط پر چل کر امت کو وحدت کی لڑی میں پرویا جائے تاکہ رحمت خداوندی کے مستحق بنتے ہوئے ملکی سالمیت اور قومی وحدت کو یقینی بنایا جاسکے۔ بقول اقبالؒ:

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک — ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک

حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک — کچھ بڑی بات تھی جو ہوتے مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں — کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

نتائج بحث

اس مضمون میں کی گئی بحث کے بعد درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

1. عموماً تمام بنی نوع انسان اور خصوصاً اُمت مسلمہ کی بقا اور امن وسکون کا راز متحد اور یکجا رہنے میں مضمر ہے۔
2. آپ ﷺ نے اتحادِ اُمت اور ملی وحدت کے قیام کے لیے دو طرح سے کوششیں فرمائیں۔ ایک تو اپنے فرامین و ارشادات میں اتحاد واتفاق اور صلح و بھائی چارے کی ترغیب، فضائل اور فوائد بیان کرنے کے ساتھ ساتھ افتراق و انتشار اور نااتفاقی کے عواقب وانجام اور نقصانات کو تاکید کے ساتھ بیان فرمایا اور دوسرا اپنے عمل و کردار اور سیرت طیبہ کے ذریعے بے شمار نمونے اور مثالیں امت کے لیے بطور اسوہ حسنہ عطا فرمائیں۔ جیساکہ مواخات مدینہ، میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ، لوگوں میں صلح کروانے میں کوشاں رہنا، عبادات اسلام کو ذریعہ وحدت واتحاد بنانا، ملی وحدت کے لیے علاقے کے عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر مذاہب کے حاملین کے ساتھ مذاکرات اور ان کے مذہبی و معاشرتی حقوق کا خیال رکھنے جیسے امور میں عظیم اسوہ حسنہ عطا فرمایا۔
3. امت میں اختلافات کی تینوں اقسام میں قیام وحدت کی غرض سے جامع اور مؤثر راہنمائی فرمائی۔ جیساکہ ایک قسم عمومی جھگڑوں، نزاع اور اختلافات میں افراد امت کو مصالحت اور صلح کے لیے بہت مفید اور مؤثر اقدامات تجویز فرمائے، صلح کے فوائد بتلا کر اس کی ترغیب دی۔ اسی طرح دوسری قسم یعنی اجتہادی اختلافات میں یہ تعلیم دی کہ اجتہاد کرتے ہوئے اگر رائے مختلف ہو جائے تو فتووں سے پرہیز کیا جائے اور جس رائے کو بھی اختیار کر لیا جائے صحیح ہے۔ تیسری قسم یعنی نظری اختلاف میں امت کو قران وسنت کو لازم پکڑنے کی تلقین کی تاکہ متفرق راستوں سے بچ کر ایک راستے اور صراط مستقیم کو اختیار کرکے قیام وحدت کو یقینی بنایا جاسکے۔ ان تمام پہلوؤں پر آپ ﷺ کی راہنمائی ہمارے لیے بہترین نمونہ اور راہ عمل کی حیثیت رکھتے ہیں اور کامیابی کی ضمانت ہیں۔

سفارشات و تجاویز

اس بحث کی روشنی میں درج ذیل سفارشات اور تجاویز دی جاسکتی ہیں۔

1. نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات اور سیرت کی روشنی میں قیام وحدت کے لیے انفرادی و اجتماعی سطح پر جامع اقدامات کیے جائیں۔
2. ملی وحدت اور اتفاق واتحاد کی افادیت اور اہمیت کو واضح کرنے کے لیے اجتماعی قومی شعور پیدا کرنے کی کوششیں کی جائیں۔

3. امت کے مختلف افراد و گروہوں کے مابین موجود اختلافات اور نزاع کو ختم کرنے اور ان کے مابین مصالحت کروانے کی مؤثر کوششیں اور کاوشیں کی جائیں۔ نیز اس معاملہ میں شدت پسندی اور تعصب کی حوصلہ شکنی کی جائے۔
4. ملی و قومی وحدت اور اتحاد امت سے متعلقہ آپ ﷺ کی تعلیمات اور سیرت طیبہ کے مواد کو تحریر و تقریر کے ذریعے عام کیا جائے اور اسے مختلف مدارج اور سطح کے تعلیمی نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ نوجوان نسل کو اس کی اہمیت کا ادراک واحساس ہو اور وہ اس کے قیام وفروغ کے لیے کوشاں ہو سکیں۔ وما توفیقی الا باللہ

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] Abū al Ḥasan 'Alī Al Nadvī, *Al Sīrah al Nabaviyyah* (Damascuss: Dār Ibn Kathīr, 1425), p: 625.

الندوی، ابوالحسن علی، السیرۃ النبویہ، دار ابن کثیر، دمشق، ۱۴۲۵ء، ص: ۶۲۵

[2] Aḥmed bin Muḥammad bin Ḥambal Ibn Ḥambal, *Musnad Aḥmed* (Beirūt: Mu'ssasah Al Risālah, 1421), Ḥadīth # 23145.

ابن حنبل، احمد بن محمد، مسند احمد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۱ھ، حدیث رقم: ۲۳۱۴۵

[3] Sulaymān bin Aḥmad Al Ṭabarānī, *Al Mu'jam al Kabīr* (Cairo: Maktabah ibn Taymiyyah, n.d.), Ḥadīth # 13623.

الطبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، مکتبہ ابن تیمیہ القاہرہ، ۱۴۱۵ھ، حدیث رقم: ۱۳۶۲۳

[4] Aḥmad bin Shu'ayb Al Nasa'ī, *Al Sunan al Kubra*, ed. Ḥasan 'Abd al Mun'im, 1st ed. (Beirūt: Mu'assasah Al Risālah, 2001), Ḥadīth # 9182.

النسائی، احمد بن شعیب، السنن الکبریٰ، کتاب عشرۃ النساء، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۱ھ، حدیث رقم: ۹۱۸۲

[5] Muḥammad bin Ismā'īl Al Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al Bukhārī*, ed. Muhammad Zuhayr Nasir (Dār Ṭawq al Najāh, 1992), Ḥadīth # 2692.

البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، حدیث رقم: ۲۶۹۲

[6] Al Bukhārī, Ḥadīth # 2707.

ایضاً، حدیث رقم: ۲۷۰۷

[7] Muḥammad bin 'Īsa Al Tirmidhī, *Sunan Al Tirmidhī*, 2nd ed. (Egypt: Maṭba'ah Muṣṭafa al Bābī al Ḥalabī, 1395), Ḥadīth # 2023.

الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۹۵ھ، حدیث رقم: ۲۰۲۳

[8] Sulaymān bin al Ash'ath Abū Dāw'ūd, *Sunan Abī Dāw'ūd* (Beirūt: Al Maktabah al 'Aṣariyyah, n.d.), Ḥadīth # 4914.

ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، حدیث رقم: ۴۹۱۹

[9] Al Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al Bukhārī*, Ḥadīth # 2704.

البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصلح، حدیث رقم: ۲۷۰۴

[10] Muslim bin Al Ḥajjāj Al Qushayrī, *Al Jāmi' Al Ṣaḥīḥ*, ed. Muḥammad Fawād 'Abd al Bāqī (Beirūt: Dār 'Iḥyā' al Turāth al 'Arabī, n.d.), Ḥadīth # 2564.

مسلم، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ، حدیث رقم: ۲۵۶۴

[11] Al Tirmidhī, *Sunan Al Tirmidhī*, Ḥadīth # 1928.

الترمذی، السنن، ابواب البر والصلۃ، حدیث رقم: ۱۹۲۸

[12] Ibn Ḥambal, *Musnad Aḥmed*, Ḥadīth # 19373.

ابن حنبل، مسند احمد، حدیث رقم: ۱۸۳۷۳

[13] Al Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al Bukhārī*, Ḥadīth # 6026.

البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، حدیث رقم: ۶۰۲۶

[14] Muftī Muḥammad Shafī', *Waḥdat-e-Ummat* (Faisalabad: Ṭāriq Academy, 2004), p: 57.

محمد شفیع، مفتی، وحدت امت، طارق اکیڈمی، ڈی گراؤنڈ فیصل آباد ۲۰۰۴ء، ص: ۵۷

[15] Aḥmad bin al Ḥusayn Al Bayhaqī, *Dalā'il al Nabuwwah* (Beirūt: Dār Al Kutub Al 'Ilmiyyah, 1405), 5: 449.

البیہقی، احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ۵: ۴۴۹

[16] Shafī', *Waḥdat-e-Ummat*, p: 57.

شفیع، وحدت امت، ص: ۵۷

[17] Prof. Ḥabībullah Chishtī, *Ummat e Muslimah Ka 'Urūj o Zawāl* (Lahore: Ḍiyā' al Qur'ān Publications, 2005), p: 96.

چشتی، پروفیسر حبیب اللہ، امت مسلمہ کا عروج وزوال، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص: ۴۵

[18] Dr. Muḥammad Sa'īd Ramadhān Al Būṭī, *Durūs e Sīrat*, trans. Dr. Muḥammad Raḍī al Islām Nadvī (Lahore: Nashriyāt, 2007), p: 270, 271.

البوطی، ڈاکٹر محمد سعید رمضان، دروس سیرت، مترجم ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، نشریات اردو بازار لاہور ۲۰۰۷، ص: ۲۷۰، ۲۷۱

[19] Al Būṭī, *Durūs e Sīrat*, p: 270, 271.

ایضاً، ص: ۲۷۰، ۲۷۱

[20] Prof. Muḥammad Rafīq, *Nabī Aman o Āshtī* (Maktabah Qur'āniyāt, 2009), p: 42.

محمد رفیق، پروفیسر، نبی امن وآشتی ﷺ، مکتبہ قرآنیات، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص: ۴۵

[21] Naeem Ṣiddīqī, *Moḥsin e Insāniyyat* (Lahore: Islāmic Publications, 1978), p: 227.

نعیم صدیقی، محسن انسانیت ﷺ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ص: ۲۲۷

[22] Muḥammad Sulaymān Manṣūrpūrī, *Raḥmah Lil 'Ālamīn* (Sheikh Ghulam Ali & Sons, n.d.), 1: 115.

منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، رحمۃ للعالمین ﷺ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱: ۱۱۵

[23] Al Būṭī, *Durūs e Sīrat*, p: 277.

البوطی، دروس سیرت، ص: ۲۷۷

[24] Manṣūrpūrī, *Raḥmah Lil 'Ālamīn*, 1: 251.

منصور پوری، رحمۃ للعالمین ﷺ، ۱: ۲۵۱

[25] Ibn Hishām, *Sīrat al Nabī Kāmil*, trans. 'Abd al Jalīl Ṣiddīqī and Ghulām Rasūl Mehr (Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, n.d.), 2: 36.

ابن ہشام، سیرت النبی ﷺ کامل، ترجمہ مولانا عبدالجلیل صدیقی، مولانا غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۲: ۳۶

[26] Al Qushayrī, *Al Jāmi' Al Ṣaḥīḥ*, Ḥadīth # 1218.

مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، حدیث رقم: ۱۲۱۸

[27] Shiblī No'mānī and Sayyid Sulaymān Nadvī, *Sīrat al Nabī*, 1st ed. (Lahore: Idārah Islāmiyāt, 2002), 1: 412.

شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، ادارہ اسلامیات پبلشرز لاہور، 2002ء، ۱: ۴۱۲

[28] Al Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al Bukhārī*, Ḥadīth # 2690.

البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصلح، حدیث رقم: ۲۶۹۰

[29] Al Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al Bukhārī*. Ḥadīth # 2693.

نفس المصدر، حدیث رقم: ۲۶۹۳

[30] Al Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al Bukhārī*, Ḥadīth # 723.

البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، حدیث رقم: ۷۲۳

[31] Manṣūrpūrī, *Raḥmah Lil 'Ālamīn*, 1: 223.

منصور پوری، رحمۃ للعالمین ﷺ، ۱: ۲۲۳

[32] Manṣūrpūrī, *Raḥmah Lil 'Ālamīn,* 1: 221.

ایضاً، ۱: ۲۲۱

[33] Abū Dāw'ūd, *Sunan Abī Dāw'ūd,* Ḥadīth # 3806.

ابو داؤد، سنن، حدیث رقم: ۳۸۰۶

[34] Shafī', *Waḥdat-e-Ummat*, p: 63.

محمد شفیع، مفتی، وحدت امت، ص: ۶۳

[35] Muḥammad Yūsuf Ludhyānawī, *Ikhtilāf e Ummat or Ṣirāṭ e Mustaqīm* (Karachi: Maktabah Ludhyānawī, n.d.), p: 18.

لدھیانوی، مولونا محمد یوسف، اختلاف امت اور صراط مستقیم، مکتبہ لدھیانوی، کراچی، ص: ۱۸

[36] Shāh Walī Ullāh, *Fiqhī Ikhtilāf Ki Aṣliyyat*, trans. 'Ubaydullah (Lahore: 'Ulamā' Academy Endowment Department Punjab, 1981), p: 89.

شاہ ولی اللہ، فقہی اختلافات کی اصلیت، مترجم، مولوی محمد عبید اللہ، علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب لاہور 1981ء، ص 89

[37] Ibn Ḥambal, *Musnad Aḥmed,* Ḥadīth # 23576.

ابن حنبل، امام احمد، مسند احمد، حدیث رقم: ۲۳۵۷۶

[38] Al Ṭabarānī, *Al Mu'jam al Kabīr*, Ḥadīth # 11290.

الطبرانی، المعجم الکبیر، حدیث رقم: ۱۱۲۹۰

[39] Al Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al Bukhārī*, Ḥadīth # 946.

البخاری، امام، الجامع الصحیح، ابواب صلاۃ الخوف، حدیث رقم: ۹۴۶

40 Ludhyānawī, *Ikhtilāf e Ummat or Ṣirāṭ e Mustaqīm*, 1: 22.

لدھیانوی، مولانا یوسف، اختلاف امت اور صراط مستقیم، ۱: ۲۲

41 Walī Ullāh, *Fiqhī Ikhtilāf Ki Aṣliyyat*, p: 14.

شاہ ولی اللہ، فقہی اختلافات کی اصلیت، ص: ۱۴

42 Anas bin Mālik, *Al Mu'aṭṭā*, ed. Muḥammad Fuw'ād 'Abd al Bāqī (Beirūt: Dār 'Iḥyā' al Turāth al 'Arabī, 1406), Ḥadīth # 3.

مالک بن انس، المؤطا، تحقیق محمد فواد عبدالباقی، کتاب القدر، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۱۴۰۶ھ، حدیث رقم: ۳

43 Muḥammad bin Yazīd al Qazwīnī Ibn Mājah, *Al Sunan,* ed. Fawād 'Abd al Bāqī, (Egypt: Dār 'Iḥyā' al Kutub al 'Arabī, n.d.), Ḥadīth # 43.

ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، دار احیاء الکتب العربیہ، حدیث رقم: ۴۳

44 Ibn Ḥambal, *Musnad Aḥmed*, Ḥadīth # 4142.

ابن حنبل، امام احمد، مسند احمد، حدیث رقم: ۴۱۴۲